☆ تاج الدین ازہری

مرسل حدیث

مفہوم، مراتب اور حجیت

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو سابقہ امتوں پر جن چیزوں میں فضیلت عطا فرمائی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ سابقہ امتوں نے اپنے انبیاء اور رسولوں سے جو کچھ روایت کیا ہے ان کے پاس اس روایت کی ایسی کوئی سند نہیں ہے جو راوی سے ان کے نبی اور رسول تک بغیر کسی انقطاع کے پہنچتی ہو۔ متصل سند کے ساتھ روایت کرنے کا شرف اللہ تعالیٰ نے صرف امت محمدیہ کو عطا فرمایا اور اس کام کے لئے ہر دور میں ایسے افراد پیدا فرمائے جنہوں نے اپنی عمریں اس علم کو حاصل کرنے اور پھر اس کی خدمت میں صرف کر دی۔ یہ درحقیقت نبی آخر الزماں کے معجزات کا ہی حصہ ہے جس کی آپ نے بہت پہلے ان الفاظ میں خبر دے دی تھی "تسمعون و یسمع منکم و یسمع ممن سمع منکم" تم مجھ سے سنو گے، پھر تم سے سنا جائے گا، اور پھر ان سے سنا جائے گا جو تم سے سنیں گے۔ (۱)

محدثین کے ہاں حدیث کی چھان پھٹک کے لیے جو بحث کی جاتی ہے اس میں زیادہ تر بحث سند ہی پر ہوتی ہے۔ حدیث پر صحت یا ضعف کا حکم بھی راوی کی عدالت، حفظ اور ضبط یا پھر سند کے اتصال، انقطاع، ارسال اور اضطراب ہی کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے۔ سند کے اتصال ہی کی بنا پر صحیح حدیث کو ضعیف حدیث سے الگ کرنا ممکن ہوا اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کی شریعت کو جھوٹے اور بدکار لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بننے سے محفوظ کر دیا۔ ارسال (انقطاع)، کو سند حدیث میں ایک علت (عیب) شمار کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے حدیث کبھی مردود ہو جاتی ہے اور کبھی اس سے استدلال روک دیا جاتا ہے کیونکہ مرسل راوی کی روایت میں دھوکے کا احتمال ہوتا ہے اور اس سے استدلال خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

مرسل کا لغوی مفہوم

مرسل کی جمع مراسل (ی کے بغیر) ہے اور اس کا اصل مادہ "رسل" ہے جس کے معنی اس کے اشتقاق کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں۔ یہ متعدد معانی پر دلالت کرتا ہے۔

(۱) ارسل: یہ مطلق اور مہمل کے معنی دیتا ہے(۲)۔ اس معنی کے رو سے مرسل وہ سند ہے جسے کسی معروف راوی سے مقید کرنے کی بجائے مطلق چھوڑ دیا گیا ہو یا سند کے راویوں میں سے کسی راوی کا ذکر کرنے میں اہمال برتا گیا ہو(۳)۔

(۲) استرسل: یہ کسی شخص کی ثقاہت اور اس کی بیان کردہ خبر کے بارے میں اطمینان کا معنی دیتا ہے۔ جیسے وہ تابعی جس نے مرسل حدیث بیان کی اس کا دل مطمئن ہے اور اسے اس روایت کی سند کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح ہونے کا یقین ہے اور پھر اس نے جس راوی سے روایت کی ہے اس کی ثقاہت کا اعتبار کیا ہے اس لئے اس کا ذکر ہی نہیں کیا(۴)۔ امام قرافی کا کہنا ہے کہ جب بھی کوئی راوی کسی دوسرے راوی کا ذکر کرنے میں سکوت اختیار کرے تو اس کا مطلب ہے کہ اسے اس کی عدالت کا یقین ہے اور اس کا یہ سکوت راوی کی عدالت کی خبر ہے(۵)

(۳) ارسل الحدیث: یہ غیر مقید کا معنی دیتا ہے(۶)۔ گویا کہ راوی نے اپنی روایت کو اتصال سند کی قید سے مقید نہیں کیا اور اس صحابی کا ذکر ہی نہیں کیا جس نے حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے

(۴) مرسال: یہ تیز رفتاری کے معنی دیتا ہے کہا جاتا ہے "ناقة مرسال ای سریعة السیر" اونٹنی تیز رفتار ہے(۷)۔ گویا کہ مرسل نے تیز رفتاری دکھائی اور یوں عجلت میں سند کے بعض حصے حذف ہو گئے۔

(۵) ارسال: یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا معنی دیتا ہے کہا جاتا ہے "جاء القوم ارسالا ای قطعا متفرقین" قوم کے افراد چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں آئے(۸)۔ ابن سید الناس کا کہنا ہے کہ "الرسل" کسی بھی چیز کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو کہتے ہیں اس کی جمع ارسال آتی ہے اس لیے کہا جاتا ہے "جاء وارسلة ای جماعة" وہ جماعت کی صورت میں آئے اور جماعت قوم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ حدیث میں اس کا استعمال اس لئے ہوا ہے کہ اسناد کو کاٹ دینے سے وہ غیر متصل ہو گئی اور اس کا ہر ٹکڑا علیحدہ ہو گیا جو دوسرے سے نہ مل سکا(۹)۔

مرسل کا اصطلاحی مفہوم

محدثین نے مرسل حدیث کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ حاکم نیساپوری، ابن الصلاح اور امام نووی نے اس پر خوب بحث کی ہے اور انقطاع سند کی وجہ سے اسے ضعیف احادیث کا حصہ شمار کیا ہے۔ اسے قبول کرنے یا رد کرنے یا اس کے بارے میں توقف کرنے میں ان کی آراء مختلف ہیں۔

مرسل حدیث کی تعریف یوں کی گئی ہے :

یہ وہ حدیث ہے جس کی سند سے صحابی ساقط کر دیا گیا ہو جیسے نافع کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا...... یہی تعریف محدثین کے ہاں مشہور ہے۔ بعض محدثین نے مرسل کا اطلاق ایسی حدیث پر بھی کیا ہے جس کی سند کے راویوں میں سے کوئی راوی ساقط ہو گیا ہو اور یوں اس تعریف میں منقطع اور معضل حدیث بھی داخل ہو جاتی ہے اس رائے کے عام ہونے پر ابن قطان کا قول دلالت کرتا ہے کہ "مرسل کسی راوی کے اس دوسرے راوی سے روایت کرنے کا نام ہے جس سے اس نے براہ راست نہ سنا ہو"(۱۰) مگر ہمیں ان میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے کیونکہ خطیب بغدادی، ابن عبدالبر اور دیگر محدثین کے نزدیک منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی وجہ سے انقطاع پایا جائے اور وہ متصل نہ رہے لیکن اس کا اطلاق عموماً تابعی کو ساقط کر کے صحابی سے براہ راست روایت کرنے پر ہوتا ہے۔ بعض محدثین نے اس کو یوں بھی بیان کیا ہے کہ "یہ وہ روایت ہے جس میں تابعی سے پہلے کوئی راوی ساقط ہو جائے خواہ وہ محذوف ہو یا مبہم" (۱۱) اور معضل کے بارے میں محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ روایت ہے جس کی سند سے دو راوی یکے بعد دیگر ساقط ہوگئے ہوں"(۱۲) .

حاکم نیساپوری کا کہنا ہے کہ مرسل وہ حدیث ہے جسے محدث تابعی تک متصل سند کے ساتھ بیان کرنے پر تابعی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ......(۱۳)

ابن الصلاح نے بھی حاکم کی تائید میں مرسل کی یہی تعریف کی ہے (۱۴)۔ حاکم نیساپوری کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ صغار تابعین اور متاخرین کا کسی راوی کو ساقط کر دینا مرسل ہی کے زمرے میں آتا ہے اگرچہ ان میں سے بعض نے صحابہ کرام کا تھوڑا سا زمانہ پایا بھی ہو کیونکہ ان کی اکثر روایات تابعین ہی سے ہیں۔

مرسل حدیث کے بارے میں محدثین کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مرسل وہ روایت ہے جسے تابعی براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے

خواہ ایسا کرنے والا تابعی کبیر ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ تابعی صغیر کے بارے میں ان کا اختلاف ہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو اس کی روایت مرسل ہو گی یا منقطع۔ محدثین میں سے ابن فورک، نصربن صباغ، ابوالمظفر سمعانی اور قرافی نے اس رائے کی تائید کی ہے۔

حاکم نیساپوری کا کہنا ہے کہ کوفہ کے مشائخ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد کے محدثین میں سے ہر ایک کی مرسل کو حجت مانتے ہیں (۱۵) اور یہ علماء احناف میں سے بعض حضرات کی رائے ہے۔

بعض لوگوں نے مرسل کا اطلاق قرون اولیٰ کی پہلی تین صدیوں کے راویوں میں سے کسی راوی کے اس قول پر کیا ہے جس میں اس نے کہا ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا..... کیونکہ حدیث رسول میں واضح طور پر موجود ہے کہ "تم یفشو الکذب" پھر جھوٹ عام ہو جائے گا(۱۶)۔

خطیب بغدادی نے الکفایہ میں لکھا ہے کہ اہل علم کے درمیان اس روای کے ارسال کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں جو مدلس نہیں ہے جیسے تابعین میں سے سعید بن المسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عروہ بن الزبیر، محمد بن المنکدر، حسن البصری، ابن سیرین اور قتادہ وغیرہ کی روایت نبی اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم سے۔ غیر تابعین میں سے ابن جریج کی روایت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، مالک بن انس کی روایت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے، حماد بن ابی سلیمان کی روایت علقمہ سے اور اس شخص کی روایت جس نے اپنے شیخ کا نہ تو زمانہ پایا ہو اور نہ ہی اس سے ملاقات کی ہو جیسے سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج اور ابن شہاب الزھری۔ ان سب کے لیے اہل علم کے ہاں ایک ہی حکم ہے(۱۷)

اگر ہم ان آراء کا استقرائی جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معنوی اعتبار سے مرسل اور منقطع میں کوئی خاص فرق نہیں بلکہ لفظ منقطع کا استعمال زیادہ عام ہے اسی لئے ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ منقطع کا اطلاق ہر اس حدیث پر ہوتا ہے جس کی سند متصل نہ ہو خواہ اس کی نسبت نبی اکرم صل اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو یا کسی اور کی طرف، لیکن مرسل اسے کہتے ہیں کہ تابعی براہ راست نبی اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم سے روایت کرے۔ چنانچہ محدثین مرسل اور منقطع میں فرق یوں کرتے ہیں اور اس بارے میں ان کا اختلاف واضح ہے(۱۸) امام الحرمین کے نزدیک معضل اور مرسل میں کوئی فرق نہیں مگر جمہور محدثین کے نزدیک معضل خاص اور مرسل عام ہے۔

مرسل کے مراتب

مرسل کے حسب ذیل مختلف مراتب ہیں :

۱۔ صحابی کا مرسل روایت کرنا لیکن اس کا سماع ثابت ہو۔

۲۔ وہ صحابی جس کا نبی اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا تو ثابت ہو مگر اس کا سماع ثابت نہ ہو۔

۳۔ مخضرم(۱۹) کی روایت۔

۴۔ متقن کی روایت جیسے سعید بن المسیب

۵۔ اس شخص کی روایت جو اپنے شیخ سے خوب چھان پھٹک کر روایت کرتا ہو جیسے شعبی اور مجاہد وغیرہ۔

۶۔ اس شخص کی روایت جو ہر ایک سے روایت کرتا ہو جیسے حسن البصری

جہاں تک صغار تابعین کی روایات کا تعلق ہے جیسے قتادہ زہری' حمید الطویل وغیرہ تو ان کی اکثر روایات تابعین ہی سے ہیں (۲۰)

مرسل حدیث کی حجیت کے بارے میں محدثین کی آراء

محدثین میں سے بعض نے مرسل حدیث کو مطلقاً قبول کیا ہے اور بعض نے مطلقاً اسے رد کر دیا ہے اور بعض نے اسے قبول کرنے یا رد کرنے کے لئے بعض شروط مقرر کی ہیں۔ ان کے اس اختلاف کا سبب وہ قواعد ہیں جو انہوں نے اصول روایت کے بارے میں وضع کئے ہیں۔

۱۔ وہ روای جس کی عدالت مجہول ہو تو اس کی روایت مقبول ہے یا مردود؟ پھر وہ حجت ہے یا نہیں؟

۲۔ عادل روای کی غیر عادل سے روایت اس کی تعدیل ہے یا نہیں؟

۳۔ راوی کا یہ کہنا کہ "مجھ سے اس نے روایت کیا جو متہم نہیں ہے" اور ایسے ہی دیگر الفاظ سے روایت کرنا' مگر اس نے اس سے براہ راست نہ سنا ہو۔ کیا یہ حجت ہے یا نہیں؟

۴۔ کیا مطلق تعدیل قابل قبول ہے یا نہیں یا اس کے ساتھ اسباب کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے؟ اور کیا تعدیل کے لئے کوئی معین تعداد شرط ہے یا نہیں؟

ان قواعد کی روشنی میں مرسل حدیث کے بارے میں محدثین کے قبول ورد کی آراء کا جائزہ لیا جائے تو وہ تین حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔

مرسل مقبول اور قابل عمل ہے

امام ابو حنیفہ' امام مالک' ان دونوں کے اصحاب' بہت سے معتزلہ جیسے ابو ہاشم' ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل' امام ابن قیم اور حافظ ابن کثیر نے مرسل حدیث کو قبول کیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے :

۱۔ مرسل مقبول ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی زمانے سے ہو۔

یہ رائے ناقابل عمل ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو اسناد کا فائدہ ہی ختم ہو جاتا ہے جو امت محمدیہ کی خصوصیت ہے۔

۲۔ تابعین اور تبع تابعین کی مرسل بغیر کسی شرط کے مقبول ہے۔

امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ صحیح رائے یہ ہے کہ صحابی کی مرسل کے قبول پر اجماع ہے دوسری اور تیسری صدی کی مراسیل احناف اور مالکیہ کے ہاں قابل قبول ہیں(۲۱) اور ان کے قبول کرنے کی دلیل یہ ہے کہ تابعین میں جھوٹ تو بہت دور کی بات ہے ضعیف کا احتمال بھی بہت کم ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تابعین کے زمانے کی تعریف فرمائی ہے آپؐ کا فرمان ہے "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم" (۲۲) (سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو میرے بعد آئیں گے' اور پھر جو ان کے بعد آئیں گے)

اگر یہ معلوم ہو جائے کہ راوی ہمیشہ غیر ثقہ راوی سے ارسال کرتا ہے تو اس کی مرسل ہرگز قبول نہیں کی جائے گی لیکن تیسری صدی کے بعد اگر مرسل کسی امام کا قول ہو تو قابل قبول ہوگا(۲۳) یہ رائے عیسیٰ بن ابان' ابوبکر رازی' بزدوی اور متاخرین حنفیہ میں سے اکثر کی ہے۔ قاضی عبدالوہاب مالکی کا کہنا ہے کہ میرے مذہب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (۲۴)

۳۔ تمام تابعین کی روایت کا ان کے طبقات سے صرف نظر کرتے ہوئے قبول کرنا۔

امام مالک' ان کے اصحاب میں سے جمہور امام احمد بن حنبل اور اہل حدیث میں سے ہر اس شخص کی رائے ہے جو مرسل کو قبول کرتا ہے۔

محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ مرسل مسند سے اعلیٰ ہے یا اس کے مساوی یا اس سے ادنیٰ۔

امام قرافی کا کہنا ہے کہ مرسل مسند سے زیادہ قوی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس نے روایت مسند بیان کی اس نے آپ کو اس کی سند اور اس کے راویوں کی بحث میں ڈال دیا اور

جس نے اپنے علم، امامت اور ثقاہت کے ساتھ مرسل روایت بیان کی اس نے اس کی صحت کا فیصلہ دے دیا اور آپ کے لیے اس کا فیصلہ کافی ہے۔(۲۵)

امام محمد بن جریر طبری، ابو فرج مالکی اور ابوبکر ابھری کے نزدیک مرسل مسند کے مساوی ہے جب بھی مرسل اور مسند کا آپس میں تعارض ہو تو کسی تیسرے خارجی قرینے سے ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی۔ لیکن اکثر محققین مالکیہ اور حنیفہ جیسے ابو جعفر طحاوی اور ابوبکر رازی نے تعارض کے وقت مسند کو مرسل پر ترجیح دی ہے۔

لیکن حقیقت میں مرسل مسند سے کم درجہ کی ہے، اگرچہ اسے قبول کیا جاتا ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ مسند کی پوری سند موجود ہوتی ہے اور مرسل کی سند میں انقطاع ہوتا ہے۔

مرسل مردود ہے

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمے میں لکھا ہے کہ مرسل روایات ہماری اور اہل علم کی رائے کے مطابق حجت نہیں ہیں(۲۶) مرسل کے حجت نہ ہونے میں عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن سعید القطان، ابن مدینی ابو خیثمہ زہیر بن حرب، یحییٰ بن معین، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کا امام مسلم سے اتفاق ہے اور اس بارے میں ان سب کا یہی قول ہے۔(۲۷)

ابن ابی حاتم کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے والد اور ابو زرعہ سے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ مرسل روایات جب تک صحیح اور متصل سند کے ساتھ نہ آجائیں حجت نہیں ہیں۔ یہی قول جمہور شافعیہ کا بھی ہے جیسے قاضی اسماعیل، ابن عبدالبر، قاضی ابوبکر باقلانی اور دیگر آئمہ نے اسے اختیار کیا ہے۔ (۲۸)

مرسل کے رد میں ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم ایسے شخص کی خبر کو قبول کرلیں جس کا صدق اور عدالت ہم نہیں جانتے تو یہ دراصل دین و شریعت پر اپنی طرف سے بلا تحقیق بات کہنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ولا تقف مالیس لک بہ علم"(۲۹) (جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ) اسی طرح ایک اور جگہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے "وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون"(۳۰) (اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بات کہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں۔)

حاکم نیساپوری نے یزید بن ہارون سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حماد بن زید سے کہا کہ اے ابو اسماعیل! کیا اللہ تعالیٰ نے اصحاب الحدیث کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا! ہاں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا "لیتفقھوا فی الدین و ینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم" (۳۱) (چند اشخاص دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے) یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو علم حاصل کرنے کے لیے نکلے اور اپنے لوگوں کی طرف واپس آ کر انہیں یہ علم سکھائے۔ حاکم نیساپوری کا کہنا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علم جو حجت بن سکتا ہے۔ وہ مرسل نہیں بلکہ مسموع ہے یعنی متصل سند سے حاصل کیا ہوا ہے (۳۲)

مرسل کے رد میں پیش کی جانے والی دلیلوں میں ایک ابن عباس کی روایت بھی ہے۔ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا "تسمعون و سیمع منکم و یسمع ممن سمع منکم" (۳۳) (تم مجھ سے سنو گے پر تم سے سنا جائے گا اور پھر ان سے سنا جائے گا جو تم سے سنیں گے۔) اسی سلسلے کی ایک دوسری روایت بھی ہے جیسے امام شافی نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ نبی اکرم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نضر اللّٰہ امرا سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا الی من لم یسمعھا" (۳۴) (اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش و خرم رکھے جس نے میری بات کو سنا اور اچھی طرح سمجھا اوز پھر اسے اس شخص تک پہنچایا جس نے نہیں سنا تھا)

یہ دونوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ روایت کی اعلیٰ شان یہ ہے کہ اس کی سند متصل ہو۔ ہم جب بھی کسی راوی سے اس کی روایت اتصال سند کو دیکھے بغیر لے لیں گے تو ہم اس سند کو کمزور کر دیں گے اور عین ممکن ہے اس سند میں ساقط ہونے والا راوی غیر مقبول ہو اس لیے اس کی روایت سے استدلال درست نہ ہو گا۔

ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ مرسل کے مردود ہونے کی دلیل علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ روایت کرنے والا عادل ہو اور اس کی عدالت معروف ہو۔ اب اگر تابعی ایسے شخص سے روایت کرے جس سے وہ ملاہی نہ ہو تو ایسی صورت میں لازمی طور پر واسطہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ تابعین میں بہت سے محدثین نے ضعیف راوی سے روایت کی ہے۔ (۳۵)

خطیب بغدادی کا کہنا ہے کہ کسی روایت میں ارسال اس کے راوی کی جہالت عینی پر دلالت کرتا ہے اور جہالت عینی کے ساتھ علم کا حصول محال ہے (۳۶)

صحابہ کرام کے بعد پہلی دو صدیوں میں ایسے لوگ پائے گئے ہیں جن کی صفات اچھی نہ تھیں مگر وہ بہت تھوڑے تھے۔ تیسری صدی کے بعد تو مذموم صفات کی وبا عام ہوگئی اور ان کے حامل افراد بکثرت پائے جانے لگے اس لئے کسی روایت کے تمام راویوں کے صدق و عدالت کا علم بے حد ضروری ہے۔

مرسل بعض شروط کے ساتھ مقبول ہے

فقہاء اور اصولیین نے مرسل حدیث سے استدلال کرنے اور اس کے شرعی حکم کے مستنبط کرنے کی صلاحیت کو جانچنے کے لیے کچھ شروط مقرر کی ہیں۔

امام شافعی کا کہنا ہے کہ تابعی کبیر کی مرسل اس وقت حجت ہے جب وہ دوسری سند سے بھی مروی ہو۔ اگر دوسری سند سے بھی مرسل ہو تو اس کے راوی وہ نہ ہوں جو پہلی روایت کے ہیں۔ یا کسی صحابی کے قول کی تائید کرتی ہو۔ یا اس کے مقتضی پر بہت سے علماء کا فتویٰ ہو(۳۷) لیکن آئمہ جرح و تعدیل جیسے یحییٰ بن سعید القطان اور علی بن مدینی وغیرہ کے ہاں اس کے لیے یہ مشہور قاعدہ ہے اس شخص کے درمیان جو صرف ثقہ سے ارسال کرتا ہو اور دوسرا ہر ایک سے ارسال کرتا ہو خواہ وہ ثقہ ہو یا ضعیف۔ فرق کرنا۔ ان کے ہاں اس قاعدے کی رو سے پہلے کی المرسل مقبول ہے اور دوسرے کی مردود۔ اسی لیے ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب المراسیل میں ذکر کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان زہری اور قتادہ کے ارسال کو معمولی خیال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا ارسال تو ہوا کی طرح ہے۔(۳۸)

کبار تابعین کا صدق وعدل ان کے غیر ثقہ راوی سے روایت کرنے میں آڑے آ جاتا ہے۔ وہ اس وقت تک کسی روایت کو یقین کے ساتھ روایت نہیں کرتے جب تک انہوں نے اس کی تحقیق نہ کرلی ہو اور اس روایت کے رد کرنے کے لیے انہیں کوئی دلیل نہ ملی ہو۔ اس کی مثال ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وہ روایات ہیں جن میں سعید بن مسیب سے اپنے والد کے زمانے کے بعض فیصلے اور احکام بلاواسطہ بیان کر دیتے ہیں جبکہ انہوں نے ان فیصلوں اور احکام کا زمانہ نہیں پایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ان مراسیل کے قبول کرنے میں کبھی بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا بلکہ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ اگر سعید بن مسیب سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت قابل قبول نہیں تو پھر کسی کی روایت قابل قبول ہے۔(۳۹)

اگر مرسل دو سندوں سے مروی ہو اور ہر ایک راوی نے دوسرے راوی کے شیوخ سے علم

حاصل کیا ہو تو یہ ان کی سچائی کی دلیل ہے کیونکہ کسی بھی راوی سے سہواً یا عمداً ایسا کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اب اگر دونوں نے ایسا کیا ہے تو یہ سہواً یا عمداً جھوٹ بولنے کی نفی کرتا ہے۔

امام الحرمین نے لکھا ہے کہ اگر جرح و تعدیل کا کوئی امام یہ کہے کہ مجھ سے ثقہ نے بیان کیا ہے یا مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا ہے جس پر میں کوئی الزام نہیں لگا سکتا اور وہ ایسا شخص ہو جس کی تعدیل قابل قبول ہونے کے ساتھ وہ خود بھی علم حدیث میں مرجع ہو تو وہ ارسال کے باوجود مقبول اور قابل حجت ہے کیونکہ ایسا شخص کسی راوی کے صدق و عدالت کی تحقیق کئے بغیر ایسا نہیں کہہ سکتا۔ جب عروہ بن زبیر نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "من احیا ارضًا میتۃ فھی لہ" (۲۰) (جس نے بنجر زمین آباد کی تو وہ اس کی ہے) مرسل بیان کیا اور اس کی سند بیان نہ کیؒ تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سے کہا: ہاں مجھے بتایا ہے اس شخص نے جو عادل اور ثقہ ہے اور اس راوی کا نام نہیں لیا جس سے انہوں نے سنا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے یہی کافی سمجھا اور روایت قبول کرلی چنانچہ راجح رائے یہی ہے کہ اگر کسی شخص کے متعلق معلوم ہوجائے کہ وہ عموماً مشہور ثقہ عادل سے راویت کرتا ہے تواس کی مرسل مقبول ہے اور جو ایسا نہ کرتا ہو تو اس کی مرسل مردود ہے۔

ان دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صدر اول میں مرسل کو قبول بھی کیا گیا ہے اور رد بھی۔ مگر قبول کرنے کی وجہ روایت کا اس ثقہ کی طرف منسوب ہونا ہے جو ارسال کرتا ہے۔ اس کی طرف ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ "ہم جب کسی کو قال رسول اللہ کہتے ہوئے سنتے تو ہمارے دل و دماغ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے لیکن جب لوگ بدل گئے اور ان کے صدق و عدل میں کمی آگئی تو ہم نے روایت کو صرف ان لوگوں سے لینا شروع کر دیا جنہیں ہم جانتے تھے لیکن جو غیر مشہور راویوں سے ارسال کرے وہ اگرچہ اس کے نزدیک ثقہ ہوں مگر ان کے ضعیف ہونے کا احتمال قائم رہتا ہے اور یہ احتمال انہی شروط کے ساتھ دور ہو سکتا ہے جن کا امام شافعی نے ذکر کیا ہے اور ان کے بغیر مرسل پر اعتماد کرنا ناممکن ہے۔

مرسل روایت کے مشہور راوی

حاکم نیساپوری نے لکھا ہے کہ زیادہ تر مراسیل اہل مدینہ میں سے سعید بن مسیب' اہل مکہ

میں سے عطا بن ابی رباح، اہل بصرہ میں سے حسن بصری، اہل کوفہ میں سے ابراہیم نخعی، اہل مصر میں سے سعید بن ہلال اور اہل شام میں مکحول سے مروی ہیں۔(۴۱)

ابن مسیب کی مراسیل اس لئے زیادہ صحیح ہیں کہ وہ صحابہ کرام کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کو پایا اور اہل حجاز نے انہیں فقیہ اور مفتی مانا(۴۲)۔

جہاں تک شعبی کی مراسیل کا تعلق ہے تو احمد العجلی نے کہا ہے کہ ان کی مراسیل صحیح ہیں کیونکہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی اور سے ارسال نہیں کرتے(۴۳) اسی طرح ابراہیم نخعی کی مراسیل سوائے چند ایک کے سب کی سب صحیح ہیں(۴۴) قاضی شریح کی مراسیل کو بھی صحیح مانا گیا ہے کیونکہ وہ مخضرم ثقہ اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ حسن بصری کی مراسیل کے بارے میں ابن مدینی کا قول ہے کہ ان سے ثقہ لوگوں نے جو بھی روایت کیا ہے سب صحیح ہے(۴۵) اور یہی حکم ابن سیرین کے بارے میں ہے کہ ان کی مراسیل صحیح ہیں۔

جن لوگوں نے ثقات تابعین سے ارسال کیا ہے وہ بھی صحیح ہیں جیسے سعید بن جبیر، مجاہد، طاوس اور عمرو بن دینار اور مالک بن انس کی مراسیل صحت میں سرفہرست ہیں البتہ زہری کی مراسیل میں اختلاف ہے اکثر محدثین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ یحیی بن معین کا کہنا ہے کہ زہری کی مراسیل کی کوئی حیثیت نہیں اور یہی رائے امام شافعی کی ہے(۴۶)

خلاصہ بحث

مراسیل میں مقبول بھی ہیں، مردود بھی اور موقوف بھی۔ جس راوی کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ صرف ثقہ راوی سے ارسال کرتا ہے تو اس کی مرسل مقبول ہوں گی اور اگر راوی ثقہ اور غیر ثقہ دونوں قسم کے لوگوں سے ارسال کرتا ہو تو جس کا حال معلوم نہ ہوسکے گا اس کی روایت موقوف ہو جائے گی۔ ثقات راویوں کی روایات کے مخالف مروی مراسیل مردود ہو نگی۔ اس کے علاوہ ان شروط کے ساتھ مرسل حدیث قابل قبول ہو گی اور شرعی احکام کے استنباط میں اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مرسل کی تائید کسی اور مسند سے ہوتی ہو۔

۲۔ مرسل کی تائید کسی اور مرسل سے ہوتی ہو۔ مگر اس کے روایت کرنے والے راوی پہلی روایت کے راویون سے مختلف ہوں۔

۳۔ صحابہ کرام میں سے کسی کا قول مرسل کی تائید کرتا ہو۔

۴۔اکثر اہل علم کا فتویٰ اس کے مطابق ہو۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ابو داؤد' السنن' کتاب العلم' باب فضل نشرالعلم' ۳ ر ۳۲۲
۲۔ ابن منظور' لسان العرب' ۱۱ ر ۲۸۳
۳۔ العلائی' جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۱۴
۴۔ الزبیدی' تاج العروس' ۷ ر ۳۴۵
۵۔ القرافی' شرح التنقیح ص ۱۶۴
۶۔ احمد بن فارس بن زکریا' معجم مقاییس اللغة ۱ ر ۳۹۳
۷۔ احمد رضا' معجم متن اللغتہ' ۱ ر ۳۹۳
۸۔ السخاوی' فتح المغیث شرح الفیة الحدیث' ص ۱۳۸
۹۔ العلائی' جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۱۴
۱۰۔ القاسمی' قواعد التحدیث' ص ۱۳۳
۱۱۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۱ ر ۲۰۷
۱۲۔ سابقہ مصدر' ص ۲۱۱
۱۳۔ الحاکم النیساپوری' معرفتہ علوم الحدیث ص ۲۵
۱۴۔ ابن الصلاح' المقدمتہ' ص ۷۰
۱۵۔ الحاکم النیساپوری' معرفتہ علوم الحدیث' ص ۲۶
۱۶۔ ابن ماجہ' السنن' کتاب الاحکام' باب کراھیة الشھادة لم یستشھد' ۲ ر ۷۹۱
۱۷۔ الخطیب البغدادی' الکفایة ص ۳۸۴
۱۸۔ السیوطی' تدریب الراوی' ص ۲۰۷' ۲۰۸
۱۹۔ مخضرم اس شخص کو کہتے ہیں جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہو لیکن نہ تو آپ کی زیارت سے مشرف ہو سکا اور نہ ہی سماع سے۔
۲۰۔ القاسمی' قواعد التحدیث' ص ۱۴۴
۲۱۔ ابن الحنبلی' قفوالاثر' ص ۱۴

۲۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱ر۳۷۸، اور ۴ر۲۷۷

۲۳۔ العلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۲۷

۲۴۔ سابق مصدر، ص ۲۸

۲۵۔ القرفی، شرح التنقیح، ص ۱۶۴

۲۶۔ مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، ۱ر ۱۳۲

۲۷۔ العلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۳۰

۲۸۔ ابن ابی حاتم، کتاب المراسیل، ص ۷

۲۹۔ الاسراء ر ۳۶

۳۰۔ البقرہ ر ۱۶۹

۳۱۔ التوبہ ر ۱۲۲

۳۲۔ الحاکم النیساپوری، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۲۶

۳۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ۳ ر ۳۲۲

۳۴۔ الشافعی، الرسالۃ، ص ۴۰۱

۳۵۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۱ر ۶

۳۶۔ الخطیب البغدادی، الکفایۃ، ص ۳۸۷

۳۷۔ النووی، المجموع، ۱ر ۹۹

۳۸۔ ابن ابی حاتم، کتاب المراسیل، ص ۳

۳۹۔ العلائی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، ص ۷۷

۴۰۔ الترمذی، السنن، کتاب الاحکام، باب ماذکر فی احیاء الموات، ۳ ر ۶۵۲

۴۱۔ الحاکم النیساپوری، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۲۵

۴۲۔ سابق مصدر، ص ۲۶

۴۳۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱ر ۷۹

۴۴۔ الزیلعی، نصب الرایۃ، ۱ر ۵۲

۴۵۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ر ۱۴۴

۴۶۔ العلائی، جامع التحصیل، ص ۴۱

مراجع و مصادر

۱- القرآن الکریم

۲- ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن، المراسیل، موسسۃ الرسالہ، سوریا، بدون تاریخ۔

۳- ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دارالفکر، بیروت بدون تاریخ۔

۴- ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دارصادر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

۵- احمد رضا، معجم متن اللغۃ، دارمکتبۃ الحیاۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۷ھ

۶- احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، داراحیاء الکتب العربیہ، القاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۳۶۶ھ

۷- البغدادی الخطیب، احمد بن علی، الکفایۃ فی علم الروایۃ دارالکتب العلمیہ، بیروت، بدون تاریخ۔

۸- البیہقی، احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، دارالفکر، بیروت ۱۳۹۸-۱۹۷۸ھ

الزبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس، دارلیبیا، الطبعۃ الاولی ۱۳۰۶ھ

۱۱- الزیلعی، جمال الدین عبد اللہ بن یوسف، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ، دارالماعون، طبع ۱۳۵۷ھ

۱۲- السخاوی، شمس الدین محمد عبد الرحمٰن، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للعراقی، المکتبہ السلفیۃ، المدینہ المنورۃ الطبعۃ الاولی ۱۳۸۸ھ

۱۳- العلائی، صلاح الدین ابو سعید کیکلدی، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، الدارالعربیہ للطباعۃ بغداد، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۸ھ

۱۴- السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، دارالکتب الحدیثۃ، القاہرہ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۵ھ

۱۵- نفس المولف، المجموع شرح المہذب، مطبعۃ اوحاصمۃ، القاہرہ، بدون تاریخ۔

۱۶- النیساپوری- الحاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، معرفۃ علوم الحدیث، مکتبہ المثنیٰ، القاہرہ، بدون تاریخ۔

۱۷- الحنبلی، رضی الدین، نقوالاثر، مطبعۃ السعادۃ، طبعۃ ۱۳۲۶ھ

۱۸- القرافی، احمد بن ادریس، شرح تنقیح الاصول فی الاصول، المطبعۃ الخیریۃ، القاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۳۰۶ھ

۱۹۔ القرطبی، ابن عبدالبر یوسف بن عبداللہ، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، الرباط طبعة ۱۳۸۷ھ

۲۰۔ القاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحدیث فی فنون مصطلح الحدیث، داراحیاء الکتب العربیہ، دمشق، الطبعة الثانیہ ۱۳۸۰ھ